© rasailojaraid.com

مقالہ نگار

- ڈاکٹر عمر چھاپرا: سینئر ایڈوائزر، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، اسلامک ڈویلپمنٹ بنک، جدّہ
- پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد: وائس چانسلر، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر ایان مارکھیم: پروفیسر مذہبیات واخلاقیات، ڈین ہارٹ فورڈ یونیورسٹی، مرکز مطالعہ ایمانیات عمل میں، کینیکٹی کٹ، امریکہ
- ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ: سابق وفاقی وزیر مذہبی اُمور، حکومت پاکستان ۔اور۔ سابق صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالمگیریت اور تہذیب کا مستقبل

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد

مسلم دنیا کے بارے میں بالعموم یہ تبصرہ کیا جاتا ہے کہ وہ ابھی تک ذھناً پچھلی صدیوں میں بس رہی ہے اور روایات میں گرفتار، حریت فکر سے ناواقف، دور جدید کے مطالبات سے غیر آگاہ، معاشی پسماندگی، سیاسی عدم استحکام، معاشرتی اضمحلال، ثقافتی پراگندگی اور مذہبی دیوانگی کا شکار ہے اور ان تمام امراض کا کافی وشافی علاج جدیدیت کا اختیار کرنا، ''مذہب'' کی گرفت سے آزاد ہونا اور لبرل سیکولر جمہوری نظام کو اختیار کرنے میں ہے۔ بعض اوقات یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ جن مسلم ممالک نے اب سے تقریباً ایک صدی قبل لادینی جمہوریت کو اختیار کیا وہ آج مسلم دنیا میں زیادہ ترقی یافتہ شمار ہوتے ہیں مثلاً ترکی۔ تمام دلائل کی تان جس چیز پر آکر ٹوٹتی ہے وہ سیاست، معیشت اور معاشرت سے ''مذہب'' کا اخراج اور ایک کھلے معاشرے (Open Society) کا قیام ہے جس میں ہر فرد اپنی مرضی کے مطابق زندگی کے معاملات طے کر سکے اور اس پر کسی قسم کی معاشرتی، ثقافتی اور دینی نگرانی اور گرفت نہ پائی جائے۔

ترکی کی مثال دیتے وقت جدیدیت کے مبلغ یہ بات غالباً لاشعوری طور پر بھول جاتے ہیں کہ جب تک سیکولر جمہوریت کے نام پر ترکی میں فوج کلیدی کردار ادا کرتی رہی اس کی قسمت افراط زر اور سیاسی عدم استحکام کا شکار رہی اور نام نہاد ''ایشیائی مریض'' کا معاملہ وہی رہا جسے کسی نے ایک مصرع میں یوں کہا ہے۔ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''، لیکن جب ترکی نے شعوری طور پر نجم الدین اربکانؒ کی زیر قیادت اپنا قبلہ درست کیا تو بعد کے دو عشروں میں ترکی کی قسمت بدلی جبکہ فوج کے زیر سایہ ''سیکولرازم'' تیس سالوں میں بھی ترکی کو ترقی سے ہمکنار نہ کر سکا۔ اس جملہ معترضہ سے قطع نظر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصل بات جو قابل غور ہے وہ عالمگیریت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ Invincible (نا قابلِ شکست) ہے، اب جو وہ چاہے وہی وقت کا چلن ہوگا۔ اس نعرہ کو اتنی تکرار اور قوت سے خصوصاً ابلاغ عامہ اور بین الاقوامی معاشی اور سیاسی مذاکرات میں کہا جارہا ہے کہ یہ ایک بدیہی حقیقت نظر آنے لگے۔

ترکی جس مقام پر آج سے تیس سال قبل کھڑا تھا پاکستان اور بہت سے مسلم ممالک اس مقام پر آج کھڑے ہیں۔ ترکی نے عالمگیریت کے مغربی دعووں کے باوجود اپنے لیے ایک راستہ تجویز کیا جس میں سیکولرازم کو گالی دیے بغیر تعلیمی، تجارتی، معاشی اور سیاسی شعبوں میں خصوصاً نوجوان قیادت کو ایک طویل المیعاد حکمت عملی کے ذریعہ داخل کیا جو بیس سال کے عرصہ میں ایسے مقام پر پہنچے کہ ملکی معاملات سے آگاہی اور لوکل باڈیز کے عملی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ملکی سطح پر کوئی کردار ادا کرسکے۔ یہ نئی قیادت وہی تھی جس نے نجم الدین اربکان مرحوم کی سربراہی میں اور علامہ سعید نورسی کی تحریک سے فکری تربیت حاصل کی تھی۔ اس میں شیخ فتح اللہ گولن کی تعلیمی اور ابلاغی تحریک کا بنیادی دخل رہا جو اسلامی احیائی تحریکات میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ سب کچھ سیکولر فوج اور سیکولر سیاستدانوں کے علی الرغم ہوا۔ اس تاریخی پس منظر کے پیش نظر یہ عذر پیش نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں کے کوئی خاص حالات تھے جن میں یہ صورت حال پیدا ہوگئی۔ وہی ترکی جو کل تک معاشی کساد بازاری، سیاسی زبوں حالی، فوجی آمریت، بدعنوانی اور رشوت کا شکار تھا آج مسلم دنیا کے لیے ایک کامیاب کہانی کی شکل میں سامنے کھڑا ہے اور اپنے سیکولر ماضی اور حال کے باوجود اور ایک عرصہ اسرائیل کے ساتھ قریبی سفارتی اور عسکری تعلقات کے ہوتے ہوئے فلسطین کے مسئلہ پر غزہ کے امن قافلے کی شکل میں اور بین الاقوامی سطح پر امریکہ کی پالیسی کے خلاف فلسطین کی دلیرانہ حمایت کی بنا پر مسلم دنیا کے قائد کے طور پر ابھر کر آیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ترکی کا اس مقام تک آنا کیا سیکولرازم کی کامیابی ہے یا شرمناک ناکامی؟ یہ عالمگیریت کی چودھراہٹ کا ثمر ہے یا اس کے باوجود اپنے لیے ایک راستہ نکالنے کی کوشش کا نتیجہ؟ کیا اس کی سیاست کی کامیابی کا اصل سبب اسلامی اقدار سے وابستگی اور ایسے افراد کار کا قیادت سنبھالنا نہیں ہے جو جدید علوم سے واقفیت کے ساتھ دین سے گہری وابستگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے مشہور ہیں؟ کیا ترکی کے صدر اور وزیر اعظم کی بیویوں نے اسلامی اقدار کو سیکولر معاشرہ میں اعتماد کے ساتھ اختیار کیا یا عالمگیریت کے نام پر مغربی تہذیب کی نمائندگی کی؟ گویا عالمگیریت کے تمام تر دعووں کے باوجود کہ وہ سکہ رائج الوقت ہے اور اس کے بغیر کوئی ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتا، آج کی دنیا میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ دریا کی طغیانی لہروں کے باوجود پانی کے مخالف رخ پر چل کر منزل تک پہنچا جا سکتا ہے اور باد مخالف کا چلنا دراصل عقاب کو بلندیوں کی طرف لے جانے کا ایک فطری عمل ہے۔

عالمگیریت نے جن بنیادی امور کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے ان میں سرمایہ دارانہ عالمی معیشت، سیکولر جمہوریت، انفرادیت پسندی اور اخلاق کے بدلتے ہوئے پیمانے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس مختصر تحریر میں، ہم صرف عالمگیریت کے حوالے سے بدلتے معاشرتی تصور کی طرف محض نکات کی شکل میں اشارہ کریں گے۔ یہ نکات عالمگیریت کے تصور کے تحت بدلتے اخلاقی معیارات سے بھی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔

دراصل کسی بھی معاشرتی نظام کی اساس اُس کے تصور اخلاق ہی پر ہوتی ہے۔ اخلاقی ضابطے، اخلاقی طرز عمل اور اچھائی اور برائی، حق و باطل میں تمیز کا معیار ہی کسی معاشرہ کی تعمیر کا سبب ہوتا ہے۔ جن معاشروں میں اخلاق کی حیثیت اضافی (relative) ہوتی ہے ان میں تاریخ کے ہر دور میں وہ اعمال جو کل تک معیوب تھے امتداد زمانہ کے ساتھ مرغوب بن جاتے ہیں۔ اس اضافی اخلاق کی ایک نمایاں مثال مغرب کا جنسی اخلاقیات کے حوالہ سے ایک سو اسی ڈگری میں پلٹنا ہے۔ آج جس دیدہ دلیری اور اخلاق باختگی کے ساتھ یورپ و امریکہ اور ان کے پروردہ عالمی ادارے ''انسانی حقوق'' کے نام پر ہم جنس شادیوں اور ہم جنسی پر فخر کرنے والے افراد کے فوج اور دیگر شعبوں میں داخلے کے حقوق پر قرار دادیں اور قوانین بنانے میں سرگرم ہیں، اب سے صرف پچاس سال قبل یہی ادارے اتنی ہی شدت سے اس کے مخالف تھے۔ اخلاقی اضافیت کی بنیاد پر جو معاشرہ بھی وجود میں آئے گا اس میں حق و باطل، سچ اور جھوٹ وقت کے ساتھ اپنی شکل بدلتا رہے گا اور انسان اپنے نفس، مفاد اور خود غرضی کی بنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر اخلاق کی مضحکہ خیز تعبیر کرتا رہے گا۔

عالمگیریت نے انفرادیت پسندی کے فلسفیانہ تصور کو مرکزی مقام دے کر ایک طرف اخلاق کو ایک اضافی قدر قرار دے دیا ہے اور دوسری جانب اس کے نتیجے میں خاندان کے ادارے کو ایک غیر ضروری شعبہ اور انفرادی پسند یا ناپسند پر چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ آج کا امریکی نوجوان ہو یا عالمگیریت سے متاثر ایک پاکستانی نوجوان، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اپنا دل جو بات چاہتا ہے اسے وہی کرنے کا اخلاقی اور قانونی حق حاصل ہے۔ اگر اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ ہر شام اسلام آباد کے ایک مہنگے کیفے ٹیریا میں بیٹھ کر چند نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیساتھ ''شیشہ'' سے شوق کرے تو یہ اس کا ''انسانی حق'' ہے۔ اس کے والدین، اس کے بھائی بہن، اس کے چچا، ماموں کسی کو یہ حق نہیں کہ اسے اس سے روک سکے۔ اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے بارے میں یہ طے کرلے کہ وہ باقاعدہ رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہوگا بلکہ جب تک اور جس سے چاہے دوستی کرتا رہے گا اور اگر کسی وقت ضرورت سمجھے تو شادی بھی کرلے گا ورنہ تمام عمر دوستیوں ہی میں گزار دے گا۔

عالمگیریت کا انفرادیت پسندی کے حوالہ سے یہ تصور مغربی اخلاقیات اور تمدن میں گذشتہ دو صدیوں سے قابل قبول رہا ہے اور گذشتہ پچاس سالوں میں اس کی حیثیت ''ایمان'' کی سی ہوگئی ہے۔ اس کا پہلا اہم نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی معاشرہ میں انسانی رشتوں کا وجود نہیں ہوگا تو معاشرہ میکانکی، معاشی اور وقتی مفاد پرستی کا دائمی طور پر شکار رہے گا اور تہذیب و ثقافت اور اخلاقی اقدار، جس بنیادی ماحول میں آنے والی نسلوں میں منتقل ہوتی ہے وہ ماحول کبھی وجود میں نہ آسکے گا۔

یہ ماحول صرف اور صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب خاندان کے ادارے کو معاشرہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہو اگر خاندان کی جگہ یہ مرکزی حیثیت کسی ''کافی گھر'' یا ''شیشہ محل'' کو حاصل ہو جائے جہاں دوستی، تبادلہ خیالات، تفریح، آسودگی، لذت، طعام و قیام، غم اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہو تو پھر وہ ''شیشہ محل'' خاندان کے ادارے کا متبادل بن جاتا ہے اور تہذیب و ثقافت اور اخلاقی اقدار کی فطری موت واقع ہو جاتی ہے۔

خاندان ایک معاشی طور پر کم خرچ ادارہ نہیں ہے جہاں ہوٹل کے مقابلے میں کم خرچ پر پلنگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کھا نا مل جائے بلکہ یہ ایک اخلاقی، ثقافتی اور تہذیبی مرکز ہے جہاں سے انسان یا تو مہذب بن کر نکلتا ہے یا اس ادارہ کے منتشر ہونے کی شکل میں ایک درندہ بن کر۔ اس لیے خاندان کے نظام کے وجود، اس کی تقدیس، اس کے کردار اور اس کی مرکزیت کو جب بھی صدمہ پہنچے گا پورا معاشرہ اور نتیجتاً وجود میں آنے والی تہذیب میں اس کا مکمل انعکاس پایا جائے گا۔

ہماری نگاہ میں عالمگیریت نے تعلیم اور ابلاغ عامہ کے ذریعہ اپنا پہلا وار اسی ادارہ پر کیا ہے اور مغربیت اور جدیدیت کے نام پر اس بنیادی انسانی ادارہ کو غیر فعال بنانے کے لیے اپنے تمام وسائل کو لگا دیا ہے۔ چنانچہ تدریسی کتب میں خاندان کا جو تصور پیش کیا جاتا ہے اس کے نتیجہ میں وہ ایک خالص معاشی ضروریات کا ادارہ معلوم ہوتا ہے جہاں ایک شوہر اور اس کی منکوحہ اور ایک یا دو بچے اپنی معاشی اور مادی ضروریات کی تسکین کر سکتے ہیں۔ بقیہ رشتے جو نسبی طور پر یا صہری طور پر قرآن وسنت سے ثابت ہیں غیر ضروری قرار دے دیے جاتے ہیں چنانچہ جو ذہن اس عمرانی تصور سے پیدا ہوتا ہے وہ خود بخود انفرادیت پسندی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ثانیاً ابلاغ عامہ زندگی کے پُر مسرت اور کامیاب ہونے کی جو تصویر ڈرامے میں، نوجوانوں کے مباحثہ اور مکالمے کے پروگراموں میں پیش کرتا ہے، اس میں مخالف جنس کے افراد کا ''شانہ بشانہ'' ہو کر ٹی وی کے پردہ پر نظر آنا اور بار بار اس بات کا دہرایا جاتا کہ اصل چیز دوستی ہے، رشتہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، نوجوانوں نسل کو یہ بات باور کرا دیتی ہے کہ نکاح ایک بلاوجہ کا بوجھ ہے اور خاندان کا ادارہ غیر اہم ہے۔ اصل چیز دو افراد کا ''محبت'' کے نام پر، جب تک وہ ایک دوسرے سے خوش ہوں، ساتھ رہنا ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا آج تک معلوم تہذیبوں میں جس تہذیب نے بھی خاندان کی اہمیت کو نظر انداز کیا یا غیر ضروری سمجھا وہ تاریخ کا ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔ وہ تہذیب یونان کی ہو یا عرب جاہلیہ کی، اللہ تعالیٰ کے اصول اور اس کی سنت سب کے لیے ایک ہے۔ خاندان ہی وہ بنیادی ادارہ ہے جو اقدار حیات کا تحفظ اور آئندہ نسل میں انہیں منتقل کرتا ہے۔ اگر یہ ادارہ ختم ہوتا ہے تو تہذیبی تسلسل باقی نہیں رہ سکتا اور انسان بجائے اخلاقی معاشرتی کردار ادا کرنے کے ایک گمنام فرد بن کر تنہائیوں میں گم ہو جاتا ہے۔ وہ کسی تہذیب کا علمبردار نہیں بن سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام نے خاندان کے ادارہ کو کلیدی اہمیت اس بنا پر دی ہے کہ یہ فطری طور پر انسانوں کو ان کے مقصدِ حیات اور کامیاب زندگی کے اصولوں سے انہیں متعارف کرا سکے۔ خاتم النبین صلّی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ آپ کے بعض اصحاب نے عہد کیا ہے کہ اپنے تقویٰ میں اضافہ کرنے کے لیے بعض نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ شادی کے قریب نہیں جائیں گے اور بعض نے یہ طے کیا ہے کہ مسلسل روزے رکھیں گے اور بعض نے تمام رات عبادت کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو آپ نے ان کو طلب فرما کر جو بات ارشاد فرمائی وہ قیامت تک کے لیے ہر مسلمان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپؐ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خشیہ کرنے کے باوجود رات کے بعض حصے میں عبادت فرماتے ہیں اور بعض میں آرام بعض دنوں میں روزہ رکھتے ہیں بعض میں نہیں اور نکاح آپ کی سنت ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔

قرآن کریم نے جہاں یہ حکم دیا کہ ایک مسلمان اچھائی اور بھلائی کو اختیار کر کے اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے محفوظ کر لے۔ وہیں یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ اہل ایمان اپنے ساتھ اپنے اہل خانہ کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی تدبیر کریں۔ (التحریم 6:66)

اسی طرح اسلامی ریاست اور معاشرہ اور خاندان کے ذمہ کر دیا کہ جو لوگ تنہا ہوں ان کو مجرد نہ چھوڑا جائے بلکہ ان کے نکاح کا سامان کیا جائے۔ (سورۃ النور 32:24)

عالمگیریت کے زیر اثر اس فتنہ کا حل اس وقت ہو سکتا ہے جب امت مسلمہ اور اس کی اصلاح کے لیے کام کرنے والے تمام عناصر اور راست فکر دانشور، علماء و مفکرین، تعلیمی نظام میں مروجہ کتب اور عمرانی تصورات کی اصلاح کے لیے منظّم ہوں اور مطالبات اور نعروں کی سیاست سے نکل کر نصابی کتب اور تربیت اساتذہ کے اداروں کے ذریعہ اس فکر کی اصلاح کریں۔ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ذرائع ابلاغ کے اجارہ داروں کے ساتھ رابطہ پیدا کر کے انہیں اس مسئلہ کے خطرات سے آگاہ کیا جائے اور رائے عامہ تیار کرنے میں ان سے مدد لی جائے۔

علمی سطح پر جن تہذیبوں میں خصوصاً مغرب اور مشرق میں جہاں بھی جدیدیت کے نام پر خاندان کے ادارہ کو غیر موثر بنایا جا رہا ہے، حقائق پر مبنی تجزیہ و تحقیق کے ذریعہ یہ جائزہ لیا جائے کہ ان معاشروں میں

© rasailojaraid.com